عسکری ادارے اور میڈیا کا کردار

تحریر: سہیل احمد لون

دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی تباہ حال تو ہوگیا مگر ایک مثبت چیز جو انہیں ملی وہ ہٹلر کے آمرانہ دور کا خاتمہ تھا۔ اس کے بعد بابائے جرمنی کونراڈ آڈے ناؤر نے حقیقی جمہوریت کی ایسی بنیاد رکھی جس پر جرمن قوم جمہوریت کی ایسی عظیم الشان عمارت کھڑی کردی جس میں آمریت کی ایک اینٹ کی گنجائش نہ رکھی۔ کونراڈ آڈے ناؤر نے 1956ء جرمن نوجوانوں کے لیے جرمن فوج کی تربیت لازمی قرار دے دی اور یہ قانون 2011ء میں انجیلا میرکل نے ختم کیا۔ جرمنی کی جمہوریت کے مستحکم ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں کے سیاسدانوں، عوام اور میڈیا نے کبھی ایسا رویہ نہیں اپنایا جس سے کسی آمر کی راہ ہموار ہوسکے۔ آڈولف ہٹلر نے آسٹریا سے آکر جرمن پر آمرانہ تسلط قائم کیا تو اس سے جرمن قوم نے یہ سبق سیکھا کہ آئندہ کسی ایسے شخص کو حساس ادارے میں کوئی کلیدی عہدہ نہیں سونپا جس شخص کے ماں باپ میں سے کوئی ایک بھی خالص جرمن نہ ہو۔ کام کے حصول کے لیے جرمنی میں بھی تمام شہریوں کے لیے بلاامتیاز یکساں مواقع کا قانون تو موجود ہے مگر اس معاملے میں جرمن غیر محسوس طریقے سے امتیازی سلوک برتتے ہیں۔ یہی فارمولہ وہ چیف جسٹس کے عہدے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ وہاں قانون و انصاف کی بالا دستی ہے اور فوری اور سستا انصاف ہوتا دکھائی بھی دیتا ہے۔ اس وقت جرمنی میں تقریباً 459 رجسٹرڈ ٹی وی چینلز ہیں اور تقریباً 382 ڈیلی نیوز پیپرز ہیں۔ مگر حیرت انگیز طور پر کسی ٹی وی چینل یا اخبار میں آرمی چیف یا چیڈ جسٹس کو موضوع خبر نہیں بنایا جاتا، شاید یہی وجہ ہے کہ جرمن قوم کی اکثریت کو اپنے آرمی چیف یا چیف جسٹس کے نام کا بھی علم نہیں ہوتا۔ یہی حال مادر جمہوریت برطانیہ کا بھی ہے اگر یہاں پر کوئی صحافی آرمی چیف یا چیف جسٹس کے متعلق Voxpop کرے تو دس فیصد سے کم لوگ ان کے ناموں سے واقف ہونگے۔ کیونکہ یہاں بھی آرمی چیف یا چیف جسٹس کو خبروں کا موضوع بنانا نیوز ایجنڈے کا حصہ نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے آج تک حقیقی جمہوریت دیکھی ہی نہیں، کاش بابائے قوم قائد اعظم قیام پاکستان کے بعد چند برس زندہ رہ جاتے تو ہمیں بھی اصل جمہوریت نصیب ہوجاتی۔ ہمارے ہاں سول ملٹری تعلقات میں کشیدگی کی کہانی قیام پاکستان کے فوری بعد ہی شروع ہوگئی تھی جو آج تک تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے سیاسی اکابرین نے بھی آمروں کے لیے راستے ہموار کیے۔ عسکری اداروں سے بلاشبہ لنگڑی لولی جمہوری حکومتوں کو ڈی ریل کرنے کی غلطیاں بھی ہوئیں ہیں اپنی ان غلطیوں کا اعتراف جنرل باجوہ گزشتہ برس کر بھی چکے ہیں اور اس بات کا اعادہ بھی کیا تھا کہ آئندہ فوج سیاسی معاملات سے دور ہی رہے گی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایسا اعتراف یا معافی کبھی کسی جمہوری سیاستدان سے سننے میں نہ آیا۔ جنرل جیلانی اور جنرل ضیاع کے آشیر باد سے جو لوگ اقتدار میں آئے آج وہ اسی ادارے کو خلائی مخلوق کا طعنہ دے رہے ہیں اور ''انقلابی'' ہونے کا دعویٰ بھی کر رہے

ہیں۔آخر کیا وجہ ہے کہ معاملہ سیاسی ہو یا انتظامی ثالثی کردار یا مدد کے لیے ہمیں خاکی وردی کی طرف دیکھنا پڑتا ہے اگر وہ معاملات حل کرنے کی کوشس کرتے ہیں تو ایک مخصوص طبقہ خاکی وردی کے وقار کو خاک میں ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالیہ کراچی والے واقعہ میں بھی بالآخر آرمی چیف کو نوٹس لینا پڑا حالانکہ یہ بات سولین کو سلجھانا چاہئے تھا۔اب حالات ایسے ہو چکے ہیں کہ آپ کمبل کو چھوڑنا چاہتے ہیں مگر کمبل ہی جان نہیں چھوڑتا۔

عوام کے بنیادی مسائل تعلیم، صحت، روزگار، تحفظ اور سستا انصاف ہیں جن کا حل ہنگامی بنیادوں پر ہونا چاہیے۔مگر ہم اپنے ذرائع ابلاغ پر نظر ڈالیں تو لگتا ہے کہ ہماری ترجیحات عوامی مسائل نہیں بلکہ آرمی چیف اور عدلیہ کے چیف کی تقرری یا انکی مدت ملازمت میں توسیع ہے۔امریکہ، برطانیہ، کینیڈا سمیت یورپین ممالک جہاں جمہوری حکومتیں ہیں کہیں بھی آرمی چیف یا چیف جسٹس کو میڈیا کی زینت نہیں بنایا جاتا۔ یہاں پر بسنے والی عوام جو کتابوں کے علاوہ روزانہ کی بنیادوں پر اخبارات کا مطالعہ بھی کرتیں ہیں مگر ان میں سے شاید ہی کسی کو اپنے آرمی چیف یا چیف جسٹس کا نام آتا ہو۔ کیونکہ عدلیہ اور فوج ایسے ادارے ہیں جن کو میڈیا میں تشہیر کرنے سے پرہیز ہی کیا جاتا ہے۔ ہمارے میڈیا نے آرمی چیف اور چیف جسٹس کو معتبر ادارے کا سربراہ کی بجائے (Celelbrity) کے درجے پر فائز کر دیا ہے۔ چیف صاحبان کی مدت ملازمت جیسے ختم ہونے کو آرہی تھی ہمارے میڈیا میں ہلچل بڑھتی جارہی تھی۔ نئے چیف صاحبان کے سلسلے میں قیاس آرائیاں، سیاسی استخارے اور تجرباتی پیش گوئیاں دیکھ کر سٹے باز بھی متحرک ہو گئے۔ آرمی چیف کے اعلان سے قبل کرکٹ میچ کی طرح ریٹنگ جاری ہوئی تھی۔جن صاحبان کو ہارٹ فیورٹ قرار دیا گیا تھا ان کا ریٹ بھی ہائی تھا مگر زیرک جواری ہمیشہ ماضی، حال اور حالات دیکھ کر ہی شرط لگاتا ہے۔ آرمی چیف کی تقرری کے بعد ہمارا میڈیا ان کو ایسی ہی کوریج دے رہا تھا جیسے برطانیہ میں شاہی خاندان کو دی جاتی ہے۔فوج کا سپہ سالار ہونا اعزاز کی بات ہوتی ہے اور بہت بڑی ذمہ داری بھی۔ عام تاثر یہ ہوتا ہے کہ فوج میں موج نہیں ہوتی بلکہ ملک وقوم کے دفاع کی خاطر سخت ترین زندگی گزارنا پڑتی ہے۔مگر ہمارے میڈیا میں ان کی اس انداز سے تشہیر کی جاتی ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ ان کا تعلق کسی شاہی خاندان سے ہے۔ آمرانہ دور میں ہوسکتا ہے میڈیا کی مجبوری ہو مگر جمہوری دور میں فوجی سپہ سالار کو خبروں کی زینت بنانا سمجھ سے بالاتر ہے۔میڈیا عوامی رائے کو تبدیل کرنے کا سب سے موثر ہتھیار ہوتا ہے،موجودہ حالات میں عوام کا ایشو یہ نہیں کہ کون چیف آف آرمی سٹاف بنا؟ کون سینئر تھا کون جونیئر؟ کس کو کیوں بنایا گیا؟ مدت ملازمت میں توسیع کیوں کی گئی؟ کس سیاسی جماعت نے اس کی حمایت کی یا مخالفت؟ یہ حساس ادارے ہیں ان پر جتنی کم بحث کی جائے اتنا ہی بہتر ہے۔کاش! چیف صاحبان ہی اس بات کی طرف توجہ کریں۔کاش!کوئی اس بات پر بھی ازخود نوٹس لے کہ آئندہ کوئی ان اداروں کے سربراہان کو شوبز کی طرح زیر بحث نہ لائے۔اگر یہ رجحان مزید بڑھتا گیا تو جلد ہی ٹی وی کے ''مارننگ شوز'' میں چیف صاحبان کو مدعو کیا جانے لگے گا۔''ایک دن چیف کے ساتھ'' کرنے کا بھی سوچا جا سکے گا۔اگر مقبولیت کا گراف مزید ایسے ہی بڑھا تو کوئی انہیں ''بگ برادر'' میں آنے کی دعوت بھی دے سکتا ہے۔عوام کو اس سے غرض نہیں کہ کون چیف جسٹس ہے، انہیں سستا اور یقینی انصاف ہوتا نظر آنا چاہیے۔عوام کو اس کی پروا نہیں کہ کون چیف آف آرمی سٹاف منتخب کیا جاتا ہے عوام کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ کسی بھی اندرنی یا بیرونی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔میڈیا

کافوج کوزیر بحث لائے بغیر گزرانہیں ہوتا تو اپنی عادت پوری کرنے کے لیے میجر عزیز بھٹی شہید، اسکوارڈن لیڈر ایم ایم عالم، پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید، میجر شبیر شریف شہید، میجر محمد طفیل شہید، لانس نائک محفوظ شہید، اسکوارڈن لیڈر سرفراز رفیقی شہید، جیسے قومی ہیروز کے کارناموں کا عوام کو بتائے۔اس وقت تو میڈیا نے چیف صاحبان کی اتنی قصیدہ گوئی کی جاتی ہے کہ ڈر ہے کہیں ان کو اس کی عادت ہی نہ ہوجائے۔

جرمنی نے آڈولف ہٹلر کے بعد یہ سبق سیکھا کہ کبھی کسی آمر کے لیے اقتدار کا راستہ ہموار نہ کیا اور نا ہی عسکری اداروں کو سیاسی بنایا۔فوج میں موج نہیں، عوام کو یہ سبق سکھانے کے لیے تقریباً55 برس ہر جرمن نوجوان شہری کے لیے فوجی تربیت بھی لازمی رکھی۔دوسری جنگ عظیم کے بعد آج تک کوئی ایک انچ بھی جرمن سرزمین فتح نہ کرسکا، بلکہ روس سے اپنے ہزاروں جنگی قیدی واپس لیے اور 1990ء میں دیوار برلن گرا کر مشرقی جرمنی کو بھی ساتھ ملالیا۔نیٹو فورس کا حصہ ہونے کی وجہ سے جرمن فوج بھی عراق، افغانستان، وغیرہ میں جنگ کا حصہ بنے مگر وہاں کے میڈیا نے کبھی ان کو قصیدہ گوئی کے انداز میں خبروں کی زینت نہیں بنایا۔پاکستان میڈیا کو بھی اب اپنا انداز بدلنا ہو گا، قصیدہ گوئی میں شدت پسندی بھی ڈان لیکس کی طرح نقصان دہ ہی ہوتی ہے۔پاکستان کی عوام کے لیے یا بین الاقوامی طور پر اگر کوئی خبر یا اطلاع ناگزیر ہو تو اس کے لیے ISPR آئی ایس پی آر اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے موجود ہے۔فوج ایک نیوٹرل ادارہ ہے اسے میڈیا میں بہت زیادہ ڈسکس کر کے متنازعہ نہ بنایا جائے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

25-10-2020